# قائدؒ کے حضور منظوم خراجِ عقیدت کی روایت

ڈاکٹر سعید احمد

Dr. Saeed Ahmad

Associate Professor, Department of Urdu,

Govt. College University, Faisalabad.

***Abstract:***

*Every Nation presents a tribute to his leaders. The Muslims of Sub-Continent expressed deep love and gratitude to his beloved leader Quaid-e-Azam. Our poets wrote many poems in which they praised their leader.*

*Quaid's death was a great shock for newly born Pakistan. Our poets wrote many monodic and chronographic poems in which they showed their condolence for Quaid.*

*This type of poetry has its own importance and significance in urdu literature.*

دو مبارک ستاروں کا ایک بُرج میں جمع ہونا قِرانُ السَّعدَین کہلاتا ہے۔ برصغیر پاک و ہند کے سیاسی اُفق پر علامہ اقبال اور قائد اعظم جیسی تابندہ شخصیات کا ملاپ مسلمانانِ ہند کے حق میں بہت نیک شگون ثابت ہوا۔ بقول ڈاکٹر انور محمود خالد:

> ''اول اول یہ دونوں راہنما اپنے اپنے دائرہ عمل میں رہ کر قوم کی آزادی کے لیے جدوجہد کرتے رہے۔ صرف دو سال ۱۹۳۶ء سے ۱۹۳۸ء تک علامہ اقبال اور قائد اعظم کو ایک دوسرے کے شانہ بشانہ کام کرنے کا موقع ملا۔ اس سے پہلے علامہ اقبال اور قائد اعظم کے درمیان مختلف قومی مسائل پر واضح اختلاف رائے موجود تھا اور اُس کے اظہار میں انھوں نے کبھی جھجک محسوس نہیں کی۔'' (۱)

اقبال ایک عظیم شاعر اور فلسفی تھے۔ وہ اسلام کے عروج کے آرزومند تھے۔ اقبال نے اپنی شاعری سے قوم کے تنِ مردہ میں ایک نئی روح پھونک دی۔ اقبال ایک دردمند دل رکھتے تھے اور غلام قوم کی نجات کے لیے کسی مردِ مومن کی آمد کے منتظر تھے:

ای سوارِ اشہبِ دوراں بیا    ای فروغِ دیدۂ امکان بیا

سجدہ ہائے طفلک و برنا و پیر از جبینِ شرمسار ما بگیر

آخر مُصورِ پاکستان کے دیرینہ خواب کو قائداعظم کی شکل میں ایک حسین تعبیر مل گئی اور قوم کو وہ بطل جلیل نصیب ہوا جس نے مسلمانانِ ہند کی گردن سے غلامی کا جوا اتار پھینکا۔نظریاتی وفکری ہم آہنگی کے بعد اقبال نے قائد کو متعدد خطوط لکھے جن میں قائداعظم کی عظمت کا تہہ دل سے اقرار کیا گیا ہے۔ اقبال اپنے ایک خط مرقومہ ۲۱ جون ۱۹۳۷ء میں لکھتے ہیں:

''میری تمنا ہے کہ میرے خطوط جو میں اکثر آپ کو لکھتا رہتا ہوں، آپ کے لیے پریشانی کا موجب نہ ہوں کیونکہ آپ وہ واحد مسلمان ہیں جس پر ہندوستانی مسلمانوں کی نگاہیں پڑ سکتی ہیں اور ملت کو اس امر کا حق حاصل ہے کہ وہ ان مصائب کے بادلوں کے تحفظ کے لیے جو شمال مغربی ہندوستان ہی پر نہیں بلکہ تمام ہندوستان پر چھارہے ہیں، آپ کے پاس پناہ لے۔''(۲)

قائداعظم اقبال کی تمام امیدوں پر پورے اترے۔انھوں نے نہ صرف اقبال کے خواب کو تعبیر بخشی بلکہ شعرِ اقبال کی سچی تفسیر بھی ثابت ہوئے۔اقبال کے سیکڑوں اشعار کو بابائے قوم کے چراغِ فکر کا پرتو قرار دیا جا سکتا ہے اور اقبال کے بہت سے اشعار کو حضرتِ قائد کی ذات پر منطبق کیا جا سکتا ہے۔خوفِ طوالت کے باعث صرف دو شعر پیش خدمت ہیں:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

---

نگہ بلند ، سخن دلنواز ، جاں پرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

'دیدہ ور' اور 'میرِ کارواں' جیسے القاب کی مستحق ذات صرف قائداعظم ہی کی ذات ہو سکتی ہے۔ادب عالیہ میں قوموں کی ملی اور رثائی شاعری کو اُن کی تہذیبی شناخت تصور کیا جاتا ہے۔ ہر قوم اپنے مشاہیر اور قائدین کو خراجِ عقیدت پیش کرتی ہے۔بعض اقوام نے اپنے ہیروز کو مافوق الفطرت ہستیاں سمجھ کر انھیں اوتار یا دیوتا کا لقب دیا تو بعض اقوام نے اپنے قائدین کے بت بنا کر اُن کی پرستش شروع کر دی۔مغربی اقوام میں تو بطل پرستی نے ایک مذہبی رسم کی سی صورت اختیار کر لی ہے۔دیگر اقوام کے برعکس مسلمانوں نے اس میدان میں بھی اعتدال و توان کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔مسلمانوں نے اپنے مشاہیر کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے سوانح نگاری اور تاریخ نگاری کا سہارا لیا۔اردو میں سیرت نگاری کی روایت بڑی درخشندہ ہے۔اردو ادب میں مذہبی شاعری حمد و نعت اور منقبت و سلام کے ساتھ ساتھ ملی اور رثائی شاعری کا بیش بہا خزانہ موجود ہے۔پاکستانی ادب میں ملی اور رثائی شاعری کی تاریخ

زیادہ پرانی نہیں۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری کے الفاظ میں پاکستانی ادب کو 'نصف صدی کا قصہ' قرار دیا جا سکتا ہے۔ قیامِ پاکستان اور انتقالِ قائد کے بعد پچاس سال کے عرصہ میں جو ادب تخلیق ہوا ہے وہ اگرچہ مقدار کے اعتبار سے کم ضرور ہے لیکن معیار کے لحاظ سے یقیناً قابلِ فخر قرار دیا جا سکتا ہے۔ ہماری ملی شاعری قومی نغموں، جنگی ترانوں اور تعزیتی نظموں جیسی اصناف پر مشتمل ہے۔ رثائی شاعری کا بیشتر سرمایہ بابائے قوم کی مدح و توصیف میں لکھی گئی نظموں پر مشتمل ہے۔ قائداعظم کی زندگی ہی میں اُن کے سوانح و سیرت پر کتابیں لکھی گئیں۔ قائد کی وفات کے بعد لکھی جانے والی کتابوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ نثر کے ساتھ ساتھ نظم میں بھی قائداعظم کی سیرت و کردار کے مختلف گوشوں پر خامہ فرسائی کی گئی اور سیکڑوں شاعروں نے اپنے عظیم قائد کو گلہائے عقیدت پیش کر کے قوم کے دلی جذبات کی ترجمانی کا فریضہ بطریقِ احسن سرانجام دیا۔ ان مدحیہ نظموں کے مطالعہ سے قائد کی جن صفات کا اظہار ہوتا ہے اُن میں راست گوئی، ثابت قدمی، فہم و فراست، بیباکی اور دیانتِ فکر نمایاں ترین صفات ہیں۔

۱۹۳۸ء میں ''الامان'' اخبار کے ایڈیٹر مولانا مظہرالدین نے جناح کو اُن کی قومی جذبات کے پیشِ نظر ''قائداعظم'' کا لقب دیا جو نہایت مختصر عرصہ میں زبان زدِ خاص و عام ہوگیا۔(۳)

اسدؔ ملتانی قائداعظم کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کبھی وہ مردِ حق چوکا نہ سچی بات کہنے سے
نہ تھی پروا کہ ہوں گے اہلِ باطل کس قدر برہم
وہ راہِ حق میں چلتی ہوئی تلوار تھی گویا
وہی تابش، وہی بُرّش، وہی جوہر، وہی دم خم
مخالف اُس کے استقلال ہی کو ضد سمجھتے تھے
بہ الفاظِ دگر ایمان تھا اُس کا بہت محکم
سیاست اُس کی اسلامی صداقت کا نمونہ تھی
نہ تدبیروں میں ٹیڑھا پن نہ تقریروں میں پیچ و خم
تری تصویر تھی اقبالؔ کے اس ایک مصرع میں
''یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم''

احمد ندیم قاسمی اپنی ایک نظم ''قائدِ دہر'' میں اس رجلِ عظیم کو یوں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں:

تو نے تلوار کو طاق پر رکھ دیا اور قرآن کو رہنما کر دیا
یعنی صدیوں کے اُلجھے ہوئے را کو چند باتوں کی حکمت سے وا کر دیا

قائداعظم نے قوم کو اتحاد، ایمان اور تنظیم کا جو درس دیا اُس پر خود بھی عمل پیرا رہے۔ قائد کے قول و فعل میں کبھی تضاد پیدا نہیں ہوا۔ شعرائے کرام سے قائد کے حسنِ تقریر کے ساتھ ساتھ حسنِ تدبیر کو

بھی سراہا ہے۔ اثر صہبائی قائد کے حسنِ عمل کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

زندگی حُسنِ عمل کی اک حسین تصویر تھی
تیری ہر جُنبشِ خُلوص عشق کی تفسیر تھی
پاک دل ، بیباک دل ، بیدار دل ، کرّار دل
ناتواں سے جسم میں تھا کس قدر جرّار دل
لرزہ براندام تھے دشمن تیری تقریر سے
زرد پڑ جاتے تھے تیری شوخیٔ تحریر سے

اختر واصفی نے رباعیات اور قطعات کی صورت میں قائداعظم کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ ایک رباعی میں قائد کے حضور محبت کے پھول پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

غمگیں دلِ ملت ہوا شاداں تجھ سے　　ہر خانۂ مسلم ہے چراغاں تجھ سے
اے طالعِ اسلام کے رخشاں اختر　　روشن ہوئی تقدیرِ غلاماں تجھ سے

شعرا نے حضرتِ قائد کی فہم وفراست اور دوراندیشی کے ساتھ ساتھ اُن کے اوصافِ حمیدہ کا ذکر بڑی محبت سے کیا ہے۔ قائداعظم کے قول وفعل میں مکمل مطابقت پائی جاتی تھی۔ وہ نیک سیرت تھے اور نیکی کا پرچار کرتے تھے۔ قائد نے اپنی ایک تقریر میں پاکستانی افواج سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''اخلاق کو بلند رکھو۔ استقلال اور ایثار کو نصب العین بناؤ۔ دیانت اور خلوص کو مشعلِ راہ قرار دو اور غیور اور بہادر قوم کے سرفروش اور جانباز سپاہیوں کی طرح قدم بڑھاتے چلو۔ ان شا اللہ فتح ونصرت تمھارے قدم چومے گی۔''

سالک الہاشمی قائداعظم کو نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

سلام اے رہبرِ ملت سلام اے قائد اعظم
سلام اے مخزنِ عظمت ، سلام اے قائد اعظم
تیرے ہر قول سے چشمے ابلتے تھے اخوت کے
تیرے افعال سے گلشن مہکتے تھے حمیت کے

حفیظ ہوشیارپوری قائداعظم کو 'مردِ راہ داں' قرار دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

تری جبیں کہ تھی ملت کے آستاں کے لیے　　فروغِ جادۂ منزل ہے کارواں کے لیے
ہزار آبلہ پا دشتِ غم میں آوارہ　　ترس گئے تھے کسی مردِ راہ داں کے لیے

قومی ترانہ کے خالق حفیظ جالندھری اپنی ایک نظم ''وہ ناخُدا'' میں خالقِ پاکستان کے حضور عقیدتوں کے پھول پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اُس کی نگہ سے موجِ بلا پاش پاش تھی
سیلابِ بے پناہ میں ساحل تراش تھی
کشتی میں تھا وہ عزم کا دریا لیے ہوئے

اقبال نے ایک نظم میں قوم کو جسم اور شاعر کو آنکھ قرار دیا ہے۔

اگر اقبال ہماری قوم کی 'چشمِ بینا' تھے تو قائداعظم ملت کا 'روشن دماغ' تھے۔قوم کی بدقسمتی کہ قیامِ پاکستان سے پہلے ہماری 'بینائی' چھین لی گئی اور بعد میں 'دانائی' بھی ہم سے رخصت ہوگئی۔آزادی کے بعد اس نوزائیدہ مملکت پر جو آفات ٹوٹیں اُن میں سب سے جانگسل صدمہ قائد کی رِحلت کا تھا۔ پاکستانی قوم اپنے محبوب راہنما کی وفات کے صدمے سے نِڈھال ہوگئی۔

اطراف و اکنافِ عالم سے سربراہانِ مملکت ، وزرائے عظام ، مذہبی و سیاسی اکابرین اور مشاہیر دنیا نے اپنے تعزیتی پیغامات میں اس بطلِ مغفور کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے وفاتِ قائد کو ایک عظیم سانحہ قرار دیا۔اس مشکل گھڑی میں ہمارے ادبا و شعرا نے دل شکستہ قوم کی تالیفِ قلب کے لیے اپنی بہترین صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا۔

یہ تعزیتی نظمیں ہماری رثائی شاعری کا ایک قیمتی باب ہیں ۔ ان نظموں میں عظیم قائد کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے۔ان کے درجات کی بلندی کے لیے دعا کی گئی ہے۔اکثر نظموں میں قوم کو مرحوم قائد کے نقشِ قدم پر چلنے کی تلقین کی گئی ہے۔بعض نظموں میں قائد کے پیغام کو زندہ رکھنے کا عزم جھلکتا ہے تو بعض نظموں میں قائد کے فرمودات کو مشعلِ راہ بنا کر پاکستان کو عظیم سے عظیم تر بنانے کا عزم ملتا ہے۔ذیل میں چند شعرائے نامدار کے تعزیتی جگر پاروں کا ذکر کیا جاتا ہے۔محمد دین تاثیؔر ایک تعزیتی نظم میں اپنے دلی جذبات کا اظہار یوں کرتے ہیں:

باغ باقی ہے ، باغباں نہ رہا — اپنے پھولوں کا پاسباں نہ رہا
تیرے شوریدہ سر کہاں جائیں — اب کوئی سنگِ آستاں نہ رہا

سیماب اکبرآبادی عزادارانِ قائداعظم سے مخاطب ہوکر کہتے ہیں:

اے عزادارانِ قائد، اے وفادارانِ قوم
اے غم اندوزانِ پاکستان و اے اَعیانِ قوم
مرگِ قائد سے تمھیں شعلہ بجاں پاتا ہوں میں
مضمحل ، مایوس ، زار و ناتواں پاتا ہوں میں

راغبؔ مرادآبادی ایک تعزیتی نظم 'حرفِ خونچکاں' میں یوں اظہارِ غم کرتے ہیں:

موت کی آغوش میں آرام فرماتا ہے وہ
گفتگو میں جس کی پنہاں تھا جلالِ قیصری

خامشی میں رات کی پہروں ہی یاد آتا ہے وہ
جنبشِ ابرو میں تھا جس کی پیامِ سروری

رسا جالندھری غمگین قوم کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اُٹھ رہا ہے شورِ ماتم ہر دلِ ناشاد سے
سینۂ افلاک شق ہے قوم کی فریاد سے
قائد اعظم کی رحلت اِک جہاں کی موت ہے
موت میرِ کارواں کی کارواں کی موت ہے

شمس مینائی 'قطعۂ تعزیت' میں رنج وغم کا اظہار یوں کرتے ہیں:

سُراغِ رفتگاں ہمدم کوئی ڈھونڈے تو کیا ڈھونڈے
فنا کی راہ میں ہوتا نہیں نقشِ قدم پیدا
نظر پڑتی ہے جس دم سبزۂ صحرائے تربت پر
غزالِ طبعِ افسردہ میں ہو جاتا ہے رم پیدا

ضمیر جعفری اپنی نظم 'قائد اعظم زندہ باد' میں قوم کی ڈھارس بندھاتے ہوئے کہتے ہیں:

ہمارے دل میں جب تک مشعلِ ایقان زندہ ہے    تمنا زندگی کی ، موت کا ارمان زندہ ہے
مرا اسلام باقی ہے مرا ایمان زندہ ہے    ہماری زندگی کا خواب پاکستان زندہ ہے
ہمارا قائد اعظم بہر عنوان زندہ ہے

عاصی کرنالی کی ایک طویل رثائی نظم سے چند اشعار ملاحظہ کیجیے:

جس نے اونچا کیا زمانے میں    اپنی ملت کا سرنگوں پرچم
دیکھ ملت یہ بدشگونی ہے    ہائے اپنے جناح کا ماتم

......

وہ فراست کی کان کا موتی    اِک دُرِ شاہوار تھا گویا
وہ سیاست کی کارزار کا مرد    فطرتاً شہسوار تھا گویا

......

بزم سونی پڑی ہے تیرے بغیر    اب زمیں وزماں میں کچھ بھی نہیں
تو ہی جب زیبِ داستاں نہ رہا    پھر مری داستاں میں کچھ بھی نہیں
آج قائد کا ساتھ چھوٹ گیا
ہائے نشتر سا دل میں ٹوٹ گیا

اُردو اور دیگر صوبائی زبانوں کے ساتھ ساتھ ہمارے شعرا نے فارسی اور عربی میں بھی رثائی نظمیں لکھی ہیں۔ طوالت سے بچنے کے لیے صرف چند شعرا کی تعزیتی نظموں سے مختصر انتخاب پیش

خدمت ہے۔صوفی تبسم لکھتے ہیں:

ندانی اے فلکِ فتنہ گر کہ بر سرِ ما چہ تیغ جور وستم راندۂ دریغ از تو

(اے فتنہ گر آسمان تو نہیں جانتا کہ تو نے ہمارے سر پر ظلم وستم کی کیسی تلوار چلا دی، تجھ پر افسوس ہے)

محمد احسان الحق 'وَفَاۃُ القَایِدِ الاَعظم' میں اپنے رنج والم کا بیان یوں کرتے ہیں:

عُیُونُ النَّاسِ بَاکِیَۃٌ وَاَکْبَادٌ لُمُنْفَطِرَہٗ

لوگوں کی آنکھیں رو رہی رہیں اور کلیجے پھٹ رہے ہیں

بِمَوْتِ القَایِدِ الاَعْظَم جَنَاحُ القَومِ فَانکَسَرَا

کیونکہ قائداعظم کی وفات سے قوم کا بازو ٹوٹ گیا ہے

ان تعزیتی جگر پاروں اور رثائی نظموں کے ساتھ ساتھ بے شمار مادہ ہائے تاریخ بھی لکھے گئے۔کیپٹن منظور حسن اپنے ایک مضمون ''قائداعظم کے مادہ ہائے تاریخِ وفات'' میں لکھتے ہیں:

''وہ لاتعداد مادہ ہائے تاریخ جو قائداعظم مرحوم ومغفور کی وفات پر لکھے گئے ہیں۔ وہ اس دلی عقیدت اور احترام کے مظہر ہیں جو اسلامیانِ پاکستان کو اس ذاتِ گرامی سے تھی۔''

حفیظ ہوشیار پوری نے 'بطلِ مغفور' سے قائدِ اعظم کی تاریخ وفات نکالی ہے:

چہ گویم از فراقِ بطلِ اعظم کہ دارم چشمِ پرنم قلبِ مہجور

ز دنیا چوں سوئے جنت خرامید بگفتم سالِ رحلت ''بطلِ مغور''

۱۳۶۷ھ

خلیق قریشی نے قائداعظم کی وفات پر درجِ ذیل تاریخی قطعہ موزوں کیا:

خبرِ مرگِ قائد اعظم رونق شش جہت ببرد افسوس

یعنی آں شمعِ انجمن افروز از سمومِ اجل فسرد افسوس

لالہ و گل تمام پرخوں شد

''باغبان وطن بمُرد ، افسوس''

۱۳۶۷ھ

درج ذیل قطعہ تاریخ کیپٹن منظور حسن کا نتیجۂ فکر ہے:

اُس مرد کا مکار کا لکھنے کو سال فوت

منظور نے جو ہاتفِ غیبی سے کی صلاح

آئی ندا کہ سال یہ کہہ ''اہلِ درد'' سے

۲۴۴

''رخصت ہوئے جہاں سے محمد علی جناح''

۲۴۴+۱۷۰۴=۱۹۴۸ء

کیپٹن منظور حسن کا ایک اور تاریخی قطعہ ملاحظہ کیجیے:

آہ وہ قوم کا محبوب عزیز و مطلوب
اس کی مرقد کے لیے کیجیے مژہ کا جاروب
سالِ ترحیل یہ ہاتف نے لکھایا کیا خوب
''عازمِ خلد ہوا قائد اعظم محبوب''
۱۹۴۸ء

مولوی محمد شفیع نے قائداعظم کی وفات پر یہ تاریخی قطرہ کہا:

قائد اعظم چو رفتی ایں زماں — ہر دلِ مسلم شدہ اندوہگیں
گفت تاریخِ وصالش مولوی — ''رفت از دنیا بفردوس بریں''
۱۳۶۷ھ

پیرزادہ عبدالوحید نے حضرت قائد کے سنہری اصول ''اتحاد، ایمان اور تنظیم'' کے اعداد کو یوں محسوب کیا ہے:

جس کے ڈر سے کانپتا تھا سومنات — جس نے توڑے کفر کے لات ومنات
کیا بتایا اُس نے رازِ کائنات — اتحاد و نظم و ایماں ہو حیات
۱۹۴۸ء

قاضی فتح محمد فاتح قائداعظم کی تاریخِ وفات کے لیے ملہمِ غیب سے رجوع کرتے ہیں:

تاجدار ملک پاکستان وبطل حُریت — دولت وحشمت پناہی قائد اعظم جناح
سال او فاتح چو پرسیدم زملہم فی البدیہ — گفت ''تقدیرِ الٰہی قائد اعظم جناح''
۱۹۴۸ء

شعرائے کرام کی یہ تعزیتی نظمیں اور تاریخی قطعات قوم کے دلی جذبات کی بھرپور ترجمانی کرتے ہیں۔عقیدتوں کے یہ پھول تا قیامت تروتازہ رہیں گے۔

## حوالہ جات


۱۔ انور محمود خالد، ڈاکٹر، قائداعظم اور اقبال، مشمولہ: میرِ کارواں، مؤلفہ: یوسف عزیز، فیصل آباد: مجید بکڈ پو

۲۔ علامہ اقبال، اقبال کے خطوط جناح کے نام، مترجمہ: سید مشتاق احمد چشتی، حیدرآباد (دکن): ادارۂ اشاعت اردو،

۳۔ رضی حیدر، خواجہ، قائداعظم کے ۷۲ سال، کراچی: نفیس اکیڈمی،

۴۔ عبدالحمید خاں، چودھری، بطلِ مغفور، گوجرانوالہ: الائٹ بک سیلرز و پبلشرز،


☆......☆......☆